حبیب اللہ رشیدی
ربوہ

مُسلم لیگ ۱۹۵۲ء کے دس ہزار شہداءِ ختمِ نبوّت کی قاتل ہے

پاکستان میں نفاذِ اسلام کے عمل کو سبوتاژ کرنے کی مجرم بھی لیگ ہے۔

اِمتناعِ قادیانیت اور تحفّظِ مقامِ صحابہ آرڈی نینسوں پر عملدرآمد کرایا جائے
شہداءِ ختمِ نبوّت کا مشن جاری رہے گا

رَبوہ میں شہداءِ ختمِ نبوّت کانفرنس سے سیّد عطاء المحسن بخاری کا خطاب

قائدِ تحریکِ ختمِ نبوت، عالمی مجلسِ احرارِ اسلام کے جنرل سیکرٹری سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ نے ۲۲ مارچ کو مسجد احرار ربوہ میں بارہویں سالانہ دو روزہ شہداءِ ختمِ نبوت کانفرنس کی تیسری اور آخری نشست سے نہایت اہم خطاب فرمایا۔ اِس اجلاس کی صدارت حضرت مولانا خان محمد مدظلہٗ (کندیاں شریف) نے فرمائی۔ اور آپ کی دُعاؤں پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔ قائدِ محترم کے بیان کا اہم حصّہ اور کانفرنس کی ضروری کاروائی ھدیۂ قارئین ہے۔

قائدِ محترم نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ــــــــــ

۱۹۵۲ء کی پُرامن تحریکِ ختمِ نبوّت کو مسلم لیگی حکمرانوں نے تشدد کے ذریعے کچلا اور اس کے نتیجہ میں ہونے والے عوامی ردِعمل کو ملکی مفاد کے خلاف قرار دیا، احرار رہنماؤں کو اس کا مجرم قرار دے کر جیل میں بند کیا اور دس ہزار مسلمانوں کے سینے گولیوں سے چھلنی کئے۔ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود اسلام کے علمبردار بھی بنے رہے۔ آپ نے کہا کہ شہدائے ختم نبوت کی بے مثال قربانی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے ناموسِ نبوت کے لئے عظیم الشان قربانی دے کر دین کے لئے کام کرنے والوں کی جدوجہد کا رُخ متعین کیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پنجاب کے بے دین جاگیردار نے ہمیشہ اپنے مفادات کے لئے قادیانیوں کی مکمل معاونت کی ہے۔ ۱۹۵۲ء میں مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل اعظم خان نے ظلم و بربریت کی بدترین مثال قائم کی۔ قادیانیوں نے حکومت کی سرپرستی میں پولیس کی وردیاں پہن کر بے گناہ مسلمانوں پر گولیاں چلائیں لیکن شمعِ ختمِ نبوت کو نہ بجھا سکے۔ آپ نے فرمایا کہ مسئلہ ختمِ نبوت اساسِ دین

ہے۔ اور غیر معمولی ہے۔ ہم ملک کے ہر معاملے کو توحید، ختم نبوت اور اسوۂ صحابہؓ کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ پی پی پی اور آئی جے آئی دونوں اسلام کے نام پر قوم کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ پاکستان مسلمانوں کا ملک ضرور ہے، اسلامی ملک ہرگز نہیں۔ یہاں اب تک فرنگی کا نظام چل رہا ہے۔ پی پی پی اور مسلم لیگ پاکستان کو کبھی اسلامی ملک نہیں بنا سکتے۔ دونوں نے ملک پر حکومت کی ہے اور اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔ مسلم لیگ سب سے زیادہ عرصہ اقتدار پر قابض رہی ہے۔ نظام اسلام کے نفاذ میں کوتاہی کے سلسلہ میں وہ سب سے بڑی مجرم ہے۔ اسی کے عہد اقتدار میں تحریک ختم نبوت کے رضاکاروں پر گولیاں برسا کر ہلاکو اور چنگیز کا کردار ادا کیا گیا۔

اب اقتدار پی پی پی کے پاس ہے مگر ملک کے کلیدی عہدوں پر انتہائی بے شرمی کے ساتھ غیر مسلم اقلیتوں مرزائیوں اور رافضیوں کو مسلط کیا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دینی جماعتیں اور ان کے قائدین جب تک اپنے انفرادی سیاسی مفادات اجتماعی مقصد پر قربان نہیں کرتے اسلام نافذ نہیں ہوگا۔ نفاذ اسلام دینی قوتوں کے اتحاد کی سب سے بڑی قدر مشترک ہے۔ علماء اسی پر متحد ہو کر ملک کی قسمت بدل سکتے ہیں۔ موجودہ مرکز صوبہ رسہ کشی بھی ذاتی مفادات کے لئے ہے۔ ملک کے لئے نہیں۔ دونوں جلسے جلوسوں کے ذریعے عوام کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔ کروڑوں روپے کا قومی سرمایہ ضائع کر رہے ہیں۔ ملک کا سیاسی معاشی اور اصلاحی نظام معطل کر دیا گیا ہے۔ قوم کو پریشانیوں اور اذیتوں میں مبتلا کیا ہے۔ مہنگائی، غنڈہ گردی، فحاشی اور عریانی عروج پر ہے۔ یہ مسائل حکومت کی ناکامی کا واضح ثبوت ہیں۔ کانفرنس کی پہلی دو نشستوں سے مولانا قاضی عبداللطیف اختر شجاع آبادی، مولانا اللہ یار ارشد، خالد مسعود گیلانی، حکیم محمد صدیق تارڑ، بدر منیر احرار، ظفر اقبال ایڈووکیٹ خالد لطیف چیمہ اور دیگر رہنماؤں نے خطاب کیا۔ چند قراردادوں کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ مولانا حق نواز جھنگوی کے قاتلوں کو فوراً عبرتناک سزا دی جائے۔ حکومت مرزائیت نواز پالیسی ترک کر کے انہیں کلیدی عہدوں سے فوراً برطرف کرے۔ امتناع قادیانیت اور تحفظ صحابہؓ آرڈیننسوں پر مؤثر عمل درآمد کرایا جائے۔ آزادی کشمیر کے لئے جہاد کا اعلان کیا جائے اور واضح پالیسی کا اعلان کیا جائے۔ مجاہدین افغانستان کی عبوری حکومت کو تسلیم کر کے ان کی مکمل حمایت کی جائے۔ کانفرنس کے آخر میں چنیوٹ کے پل کی فوری تعمیر کا مطالبہ کیا گیا۔ پل کافی خطرناک ہو چکا ہے اور کسی بھی وقت کسی بڑے حادثے کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔

ڈانکاسٹر (برطانیہ)

محترم سید اسد اللہ طارق

بڑھیں اسقدر میری منزلیں کہ قدم کے خار نکل گئے

حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کا سفرِ انگلستان "مسافر نواز" گویا ہے

مولانا سید اسد اللہ طارق برطانیہ میں مجلس احرارِ اسلام کے سرگرم رہنما ہیں، احرار ختم نبوت مشن یو کے عنوان سے مرزائیت کا زبردست تعاقب کر رہے ہیں، آپ محدث العصر سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے مایۂ ناز شاگردوں میں سے ہیں، ذیل میں ان کا مکتوب شائع کیا جا رہا ہے، جو اپنا تعارف آپ ہے

(ادارہ)

قائد تحریک تحفظِ ختم نبوۃ ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کی آمد کئی ماہ سے متوقع تھی۔ جملہ احباب وقفے وقفے سے پوچھتے رہتے کہ شاہ صاحب کی تاریخ آمد طے ہوئی یا نہیں؟ پھر ایک روز ہڈرسفیلڈ سے عزیزی بھائی سید خالد مسعود گیلانی کا فون آیا اور انہوں نے یہ خوشکن اطلاع دی کہ شاہ صاحب بذریعہ ترکش ائرلائن استنبول کے راستے ۵ دسمبر کو لندن پہنچ رہے ہیں۔ ہڈرسفیلڈ کے احباب نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم خود جا کر استقبال کریں گے اور دو سو میل کا یہ سفر کار کے ذریعہ طے کر کے شاہ جی کو لندن سے سیدھے ہڈرسفیلڈ لائیں گے۔ باقی پروگراموں کی ترتیب بھی اس بار ہڈرسفیلڈ سے طے پائے گی۔ ۵ دسمبر کو حضرت شاہ صاحب ہڈرسفیلڈ پہنچ گئے۔ جہاں مقامی حضرات نے شایان شان استقبال کیا اور طے شدہ پروگرام کے مطابق ڈانکاسٹر سے چند احباب بمع راقم الحروف سید اسد اللہ طارق شاہ ملاقات کے لئے ہڈرسفیلڈ پہنچے حضرت شاہ صاحب نے پوری گرمجوشی کے ساتھ ملاقات کی لیکن طویل سفر کی تکان اور کچھ سامان کے پیچھے رہ جانے پر اس کے علمی اور قیمتی حصّہ کے ضائع ہونے کے اندیشہ سے چہرہ پر اضمحلال نمایاں تھا۔ اور نیند کے خمار میں ڈوبی ہوئی آنکھیں بھی ہر دیکھنے والے کو مجلس برخواست کر دینے کا پیغام دے رہی

تھیں ۔ بہت جلد مجلس میں بیٹھے ہر شخص کو اس کیفیت کا احساس ہوگیا بلکہ ہر شخص مخمور ہونے لگا ۔ اور رفتہ رفتہ مجلس برخواست ہوگئی ۔ ڈنکاسٹر کا قافلہ اس مختصر مگر پُربہار مجلس سے سب سے آخر میں اُٹھا ۔ اور یہ طے کرلیا کہ آئیوالا جمعہ شاہ جی ڈنکاسٹر میں پڑھائیں گے ۔ اور پھر چند روز وہاں قیام کرنے کے بعد برطانیہ کے دیگر علاقوں کا دَورہ شروع کیا جائے گا ۔ پہلا جمعہ آپنے مولانا سید خالد مسعود گیلانی کی مسجد اپر جارج ھڈرسفیلڈ میں پڑھایا ہفتہ کے روز ڈنکاسٹر سے ہم لوگ شاہ صاحب کو لینے گئے تو معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کا جو سامان راستہ میں گم ہوگیا تھا وہ ابھی تک نہیں آیا سوائے پہنے ہوئے جوڑے کے اور کوئی کپڑے بھی نہیں ھیں ۔ یہ کپڑے دھونے کے لیے دیئے اور غسل کیا تو جتنی دیر کپڑے سُوکھنے کا انتظار کرنا پڑا شاہ جی صرف ایک معمولی چادر میں لپٹے بیٹھے رہے ۔ اگرچہ ہیٹر کے پاس بیٹھے تھے مگر چونکہ موسم سخت سردی کا ہے اور سردی بھی ایسی ظالم کہ اچھے اچھوں کو پچھاڑ دے ۔ شاہ صاحب کا آج سے ۲۵،۲۰ سال کا پہلے کا زمانہ ہوتا تو شاید اس جیسی سردی کو آسانی سے سہہ جاتے بلکہ پرواہ تک نہ ہوتی مگر اب وہ دَور اور وہ شباب کہاں ——— ؟ ؎

جھوٹ ہے سب، تاریخ ہمیشہ اپنے کو دہراتی ہے ＊ اچھا میرا خوابِ جوانی تھوڑا سا دُہرائے تو

شاہ صاحب قبلہ خُوب سردی زدہ ہو چکے تھے نزلے کے ساتھ بُخار بھی تھا ۔ اس کیفیت کا جو اثر نُمایاں تھا اس سے میں ایک لحظہ کے لئے مسحور سا ہوگیا اور ماضی کی دو شخصیات میرے سامنے یُوں آ گئیں کہ گویا میں ان میں تماثل وتشابہ ڈھونڈنے لگا ۔ حالانکہ اس کا کوئی موقع نہ تھا ۔ ان میں ایک شخص تو وہ تھا جسے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے نام سے دنیا جانتی ہے جسے ہم سب سے زیادہ اپنے والد ماجد حضرت سید فضل الرحمٰن احرار مدظلہ، کی عقیدت کی نسبت سے جانتے ھیں ہم نے جب بھی دیکھا کہ شاہ صاحب کا ذکر کسی طرح بھی اباجی کے سامنے آیا تو عاشقانہ جوشش غالب آ گیا ۔ ایسے لگتا کہ ایمان ——— کسی بہت بلند وقوی ولولے سے تازہ ہوگیا وہ عطاء اللہ شاہ جس کی ایک للکار نے پُوری انگریز حکومت کو نہ صرف ھندوستان سے پاؤں اکھاڑ دیئے اور وہاں سے اُسے اپنے بِل میں لوٹ آنے پر مجبور کر دیا بلکہ دُوسرے ملکوں پر ناجائز قبضہ جمانے کے انجام سے اُسے یوں آگاہ کیا کہ انگریز نے جہاں کہیں اسکی حکومت تھی وہاں سے اُلٹے پاؤں بھاگنے میں اپنی خیریت سمجھی اور سمٹ کر برطانیہ کی سرزمین

کو اپنی آماجگاہ بنانے پر اکتفا کر لیا۔ اس میں بھی کس طرح یہ قوم اپنی ذہانت کو کام میں لائی اور کس طرح یہاں بیٹھ کر آجتک دنیا کا خون چوسا جا رہا ہے۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے اور ایک الگ حقیقت بھی۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ پھر کسی کے گھر کو جبراً بندوق کی نالی سے اپنا گھر کہنے کی جرأت نہ کر سکے۔ ہاں لوگوں کو خریدنے اور بیچنے کے کاروبار میں بہت اعلیٰ مدارج پر ترقی کی اور اسی راستے آج بھی دنیا کے ایک بڑے حصہ میں اپنا اثر و رسوخ باقی رکھنے میں کامیاب ہے۔ دوسرا شخص وہ ہے جسے ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری کہتے ہیں اور جس نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ۱۹۷۶ء میں ربوہ میں نعرۂ ختم نبوۃ کی صدا کچھ اس ایمان و یقین کے ساتھ بلند کی کہ ربوہ کی سرزمین سے انگریز کی اولاد، اُمّتِ مرزائیہ کا قبضہ ہمیشہ کے لئے اُٹھ گیا بلکہ وہ ایسے اُکھڑے کہ پھر ربوہ تو کیا پاکستان کو بھی اپنے ملک کی حیثیت سے اپنانے کی جرأت نہ پا سکے اور فرار ہو کر اپنے اصلی مرکز برطانیہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔

بحمد اللہ ایک دو روز بعد شاہ صاحب بھلے چنگے ہو گئے۔ طبیعت بھی بحال ہوئی۔ احباب کا سلسلہ آمد و رفت شروع ہو گیا۔ جب ہم ہفتہ کے روز شاہ صاحب کو ڈنکاسٹر لائے تو یہاں آتے ہی ایک اور زیادتی ہوئی کہ کسی نے بھی شاہ صاحب کی طبیعت کی ناسازی کی پرواہ نہ کی اور عشاء کے بعد تھوڑے سے بیان کے لئے منوا لیا۔ پھر جملہ احباب نے مل کر شاہ صاحب کے ساتھ کھانا کھایا۔ جس کا پہلے سے پورا انتظام تھا۔ اور پھر رات گئے تک مجلس رہی۔ نئی پرانی باتوں سے محفل کا رنگ جما رہا۔ سلیم صاحب اور قبلہ شاہ صاحب کے نہلے پہ دہلے لطائف نے ہر فرد کو حظ کا نشہ چڑھائے رکھا۔ لیکن شاہ صاحب نے ہر تکلف کو دور کرتے ہوئے اپنی علالت کے دباؤ کا اظہار کیا تو مجلس فوراً برخواست کر دی گئی اور شاہ صاحب اپنے کمرۂ استراحت میں تشریف لے گئے۔ راقم الحروف نے شاہ صاحب کو دوا پلائی پہلی خوراک کا اثر یہ ہوا کہ اندر کی تمام بیماری پوری طرح کھل کر باہر آگئی صبح کو بخار بھی شدید تھا —— اور نزلہ، زکام اور کھانسی بھی زوروں پر۔ صبح اُٹھتے ہی پہلی بات یہ طے ہوئی کہ جبتک شاہ صاحب مکمل طور سے تندرست نہیں ہو جاتے ڈنکاسٹر سے باہر نہیں جائیں گے۔ اور ہم انتہائی مشکور ہوئے کہ شاہ صاحب نے یہ ہمارا یکطرفہ فیصلہ اپنی عادت سے ہٹ کر اور کسی کو بھی ڈانٹے پلائے بغیر تسلیم کر لیا۔ پورے دس دن کے بعد شاہ صاحب کی طبیعت ٹھیک ہوئی تو سفر کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اس پورے عرصہ میں کبھی کبھار دن کو بھی چند دوست آجاتے ورنہ اکثر

شام کو شاہ صاحب کے خاص محبین جن میں سلیم صاحب کا نام سرِ فہرست ہے ۔ جمع ہو کر محفل کو دلنشیں بنا دیتے بدقسمتی سے چونکہ ہمارے حلقۂ احباب میں پاکستان ویلفیئر ایسوسی ایشن ——— میں اختلاف کی وجہ سے دھڑے بندی ہو گئی ہے۔ اس لئے ۱۹۸۵ء دالارنگ دیکھنے میں نہ آسکا۔ پوری کوشش کے باوجود یہ بات پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی کہ حضرت شاہ صاحب کی اپنائیت اور ہر دل عزیزی کے باوجود آپکی موجودگی سے کم از کم یہی فائدہ اُٹھالیں کہ پھر سے ایک مجلس میں بیٹھنے کی سعادت پالیں۔ بہرحال ہر حلقۂ پورے تپاک سے اپنی حاضری لگواتا رہا ۔ مسجد میں خوب دعوتوں کا اہتمام رہا ۔ ایک یا دو کے علاوہ گھروں میں دعوت سے معذرت کر دی گئی اور ملالت کے سبب کسی نے اسے ناگوار بھی نہ سمجھا ۔ بلکہ پورا سامان مسجد میں لے آتے رہے ۔ اسطرح تقریباً ہر شام اچھی خاصی رونق ہو جاتی اور سلسلۂ گفتگو خوب سے خوب تر چل نکلتا ۔ ایک شام کو بیٹھے ہوئے برطانوی ماحول میں بچوں کے اس قدر زبوں حال اور اخلاقیات و روایات سے باغی ہونے کے اسباب پر بات چل نکلی جس میں ہمارے محترم غیاث بھٹی صاحب نے ایک بڑی حقیقت کی طرف سب کو دعوتِ فکر دی ۔ انہوں نے کہا کہ والدین ، تعلیمی ادارے اور مذہبی قیادت پر تو بے دریغ الزام دیدیا جاتا ہے ۔ لیکن اس طرف نظر نہیں دوڑاتی کہ اس کے پیچھے حکومتِ برطانیہ کا پورا نظام عامل و داخل ہے ۔ جس میں سب سے مؤثر کردار ان کے سوشل سیکورٹی سسٹم کا ہے جس کے تحت بعض ذیلی ادارے بچوں کو والدین کے مقابلے میں پورا پورا تحفظ دیتے ہیں ۔ والدین کو اُلٹا ڈرایا دھمکایا جاتا ہے ۔ مذہبی استاد اور ہمارے کلچر کے خلاف انہیں اُبھارا جاتا ہے ۔ اگر کبھی والدین نے ان کے اس ستم کے خلاف احتجاج کیا بھی ہے تو نتیجہ بچوں کو مکمل طور پر کھو دینے کی شکل میں نکلا ۔ اور سرکاری اداروں نے بچوں کے حق میں اور والدین کے خلاف کاروائی کی ۔ بچوں کے مکمل اخراجات ، رہائش ، خوراک ، لباس وغیرہ مہیا کروا دئیے ۔ اور بچوں کو ان کے اس اقدام پر شاباش بھی بڑھ چڑھ کر دی تا کہ یہ آوارگی میں اور پختہ ہوں اور اپنے معاشرے سے بغاوت ان کے ریشے ریشے میں رچ بس جائے ۔ اس موضوع پر طویل تبادلۂ خیال جاری رہا ۔ جب کافی رات بیت گئی تو جملہ احباب اپنے گھروں کو رخصت ہو گئے اور شاہ صاحب اپنے کمرۂ استراحت میں چلے آئے ۔ غالباً اگلی ہی صبح یہاں ڈنکا سٹر کی بڑی جیل کا بڑا پادری (Head Chaplain) ملنے آگیا ۔ جیل میں مسلمان قیدیوں کے مسائل کے سلسلہ میں کمیونٹی کی نمائندگی کے طور پر ہوم آفس کی طرف

سے راقم کی تقرری ہوئی ہے ۔ گزشتہ چار سال سے میں مسلم قیدیوں کی جملہ مشکلات کے حل کے لئے کام کر رہا ہوں ——— جہاں ان پادری صاحب سے میرا ہر موقع پر واسطہ پڑتا ہے ۔ بلکہ بہت سے مسائل میں ہم مشترکہ کوشش کرتے ہیں ۔ جیل میں جتنے پروگرام ہوں ، ان میں ہمیں شریک ہونا پڑتا ہے ۔ اسی طرح آنے والے ایک اہم پروگرام کی تشکیل کے سلسلہ میں پیٹر مجھ سے مشورہ کرنے آیا تھا کہ حضرت شاہ صاحب کی مجلس اور گفتگو میں اسطرح محو ہوا کہ گھنٹوں بیٹھا رہا ۔ اور پھر برطانیہ اور آئرلینڈ کی تاریخ اور انگریزوں کے جابرانہ کردار پر اس نے پچھلی آٹھ سو سالہ تاریخ کھول ڈالی ۔ جس کے بعد شاہ صاحب نے اس سے اپنے رسالہ نقیب ختم نبوۃ کے لئے ، انہی تاریخی واقعات وحقائق پر مشتمل ایک مضمون مانگا تو اس نے وعدہ کر لیا کہ میں یہ مضمون فروری کے آخر تک پورا کر کے بھیج دوں گا ۔ اور مجھے معلوم ہے کہ وہ اسکی تیاری میں پوری طرح لگا ہوا ہے ۔ مضمون کے اس وعدہ کے ساتھ پیٹر نے اجازت چاہی اور چلا گیا ۔ غالباً سولہ دسمبر ۱۹۸۹ء بروز ہفتہ شاہ صاحب نے اپنے آپکو سفر کے لئے تیار کرنا شروع کر دیا ۔ اور اسی روز شام کو شاہ صاحب کے عقیدت مند جناب مسعود مفتی صاحب نے اپنے گھر پر شام کے کھانے پر مدعو کیا ہوا تھا ۔ رات گئے تک مفتی صاحب کے گھر مجلس رہی اور سرسری طور پر کئی موضوعات زیر بحث آئے مگر اہم نقطہ گفتگو یہاں کے احباب کا اختلاف اور اس کے خاتمہ کے اقدامات رہا ۔ شاہ صاحب نے بڑی صفائی کے ساتھ فرمادیا کہ میں آپکے مقامی جھگڑے میں دخل دینے سے معذور ہوں اتنا کہنے پر اکتفا کروں گا کہ جو کام کرو اور جو ذمہ داری اٹھاؤ اس میں دیانت وخلوص سے آگے آؤ گے تو اللہ کی مدد ضرور شامل حال ہوگی ۔ اگر محض ذاتی بخیہ آزمائی ہے اور مقصد صرف طاقت کا مظاہرہ ہے تو یقین کر لیں کہ اس صورت میں نصرتِ الٰہی کا حصول ممکن نہیں ۔ رات کافی گزر چکی تھی کہ مجلس برخاست کرنے کا فیصلہ ہوا ۔ اور راقم الحروف شاہ صاحب کو لے کر مسجد واپس آگیا صبح اٹھ کر فیصلہ ہوا کہ آج بروز اتوار ۱۷ دسمبر کو رات اسلامک اکیڈمی مانچسٹر میں جاکر حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب کے یہاں ٹھہریں ان سے ملاقات بھی ہو جائے گی اور علامہ خالد محمود صاحب کا یہ عظیم ادارہ بھی تفصیل سے دیکھ لیں گے ۔ ابھی یہ پروگرام زیر غور تھا کہ ہڈرسفیلڈ سے سید خالد مسعود گیلانی کی معیت میں چند احباب ملنے آگئے ان سے بھی مشورہ ہو گیا اور فون پر حافظ اقبال صاحب کو پروگرام بتا دیا گیا ۔ انہوں نے کہا تشریف لے آئیں میں انتظار کروں گا ۔ رات کو ہم ہڈرسفیلڈ کے راستے وہاں تھوڑی دیر رک کر مانچسٹر

چلے گئے ۔ حافظ صاحب سے ملے ـــــــــ ادارہ دیکھا ۔ پھر انہوں نے کہا کہ میں نے آرام کا انتظام اپنے ایک گھر میں کیا ہے جو خالی ہے اور ہم انکی رہبری میں کار چلاتے ہوئے آرام گاہ تک پہنچے ۔ رات گزاری گئی ۔ صبح حافظ صاحب ناشتہ کے لئے لینے آئے تو میں نے پوچھا کہ اگر مانچسٹر سے اس وقت ڈائریکٹ ٹرین گلاسگو کے لئے نہیں مل رہی تو قریب میں کوئی جنکشن ہو تو بتائیں، میں شاہ صاحب کو خود جا کر وہاں سے روانہ کر آؤں گا ورنہ سارا دن یہاں گزارنا شاہ جی کے لئے مشکل بلکہ بہت بوریت کا سبب ہوگا کیونکہ حافظ صاحب صاحب نے بھی کہیں جانا تھا وہ دن میں شاہ صاحب کے ساتھ زیادہ وقت نہ گزار سکتے اور میں نے بھی اپنی ایک مزدوری کے لئے پہلے سے طے شدہ میٹنگ میں جانا تھا اور گیارہ سے تین بجے تک میں بھی مصروف تھا ۔ حافظ اقبال صاحب نے پورے وثوق اور ضبط کے ساتھ فرمایا کہ یہاں سے صرف ۲۰-۲۵ منٹ کا سفر ہے آپ پرسٹن (Preston) تشریف لے جائیں ۔ وہاں سے ہر چند منٹ بعد گلاسگو کی ڈائریکٹ ٹرین مل جائے گی ۔ ہم نے ۲۰-۲۵ منٹ کا سن کر آؤ دیکھا نہ تاؤ بھاگم بھاگ موٹروے پر پہنچ گئے کہ شاید موٹروے کی وجہ سے ہم ۲۰ کی بجائے ۱۵ منٹ میں وہاں پہنچ جائیں ۔ بس پھر تو قدرتِ الٰہی کا کچھ یوں مشاہدہ ہوتا گیا کہ گاڑی جتنی تیز چلایئے ، راہ اتنی طویل ہو ۔ ۲۵ سے ۱۵ منٹ میں طے ہونے کی امید والا راستہ پونے دو گھنٹے میں ختم ہوا اور ہم اپنے محترم محسن کی معلومات پر صاد کرتے اور تحسین مزید کے حصول کی دعائیں دیتے پرسٹن ریلوے سٹیشن پر پہنچ گئے ۔ وہاں سے میں نے واپسی کی اجازت چاہی اور اپنے پروگرام میں شریک ہوگیا ۔ شام کو گلاسگو فون کیا تو شاہ صاحب کی بخیر و عافیت وہاں پہنچنے کی اطلاع پا کر اطمینان حاصل کیا ۔ وہاں سے پھر شاہ صاحب کی مصروفیات اتنی بڑھیں کہ ڈنکاسٹر کے حصہ میں صرف آخری روز کا معمول قیام آیا جس کے بعد میں اپنے ساتھی صوفی محمد شریف صاحب کے ہمراہ شاہ صاحب اور عزیزی بھائی کو چھوڑنے لندن گیا، اور پھر شاہ صاحب اور عزیزی سید خالد مسعود گیلانی پاکستان کو روانہ ہوگئے ۔ پاکستان میں حضرت شاہ صاحب اور آپ کے رفقاء کار بیشک عظیم کارنامے انجام دے رہے ہیں ۔ اس بغاوت و بے دینی کے دور میں کسی ایک بچے کو دین پڑھا دینا بہت بڑی بات ہے چہ جائیکہ مدارس چلانا اور پھر ان میں طلباء کی کثیر جماعت کا پڑھنا دین کی حقانیت کا ثبوت اور ایک معجزہ ہے ۔ مگر میرے ذہن میں اپنے بزرگوں کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ایک التجا مچلتی رہتی ہے جسے کہنے کا موقع نہیں ملتا ۔ وہ یہ کہ آجکل دین پڑھانا بہت مبارک ، کیا اتنا بہت پڑھنے سے وہ دیندار نہ

بھی ہو جاتے ہیں ؟ ہم تو آج بڑے بڑے شہبازِ علم اور قلندرانِ معرفت کو دین بتاتے اور دین پڑھاتے دیکھتے ہیں مگر ان کی اپنی زندگی میں دین اتنا بھی نہیں ہوتا کہ جتنا بہت سے غیر مسلموں میں ان کے اپنے عقائد و یقین والے اصولوں کا احترام اور انکی پابندی دیکھنے میں آئی ہے۔ کیا یہ بات قابلِ غور نہیں ہے ؟ کیا اسکی بُنیاد میں کوئی بہت بڑی کمزوری تو نہیں جسے دور کرنا ضروری ہے ! ہمارا طرزِ تعلیم، ہمارا طریقِ تربیت، ہماری معاشرت اور ہماری معیشت ان تمام چیزوں کا نئی نسل کی نشو ونما اور انکی تعمیر میں پورا دخل ہے۔ کیا ضروری ہے کہ ہم اپنے سابقہ ڈیڑھ، دو سو سالہ "نظام" کو سینے سے لگائے رکھیں۔ کیا اُس دَور کے بزرگوں نے اُس وقت کے حالات کے پیشِ نظر سارا ڈھانچہ نیا ترتیب نہیں دیا تھا۔ تو آج کے حالات اور اِس دَور کی ضرورت کے تحت اگر اس نظام میں کچھ ترمیم ہو جائے تو اس سے اکابر کی روایت سے بغاوت کیوں کر ہونے لگی۔ آج اگر ہم بچوں کو موجودہ دَور کے ہر چیلنج کے لئے تیار نہیں کریں گے اور پھر ان میں دین کا ایسا شعور نہیں دیں گے کہ وہ جس جگہ بیٹھیں یا جس راہ سے گزریں ان کے دِل میں کوئی کشش نہ ہو ان کے پاؤں میں کوئی لڑکھڑاہٹ نہ آئے۔ وہ جہاں سے گزریں مومن بن کے مردانہ وار گزریں اور وہاں اپنا اثر چھوڑ کر جائیں۔ یہ علم اور عمل کی قوت سے ہو سکتا ہے محض وظائف و کرامات سے نہیں۔ لیکن علم وہ جو ہر چیلنج کا نہ صرف سامنا کر سکتا ہو بلکہ اس کا جواب ایسے مؤثر و مدلل انداز سے دے سکے کہ سامع یا مدافع اس سے لاجواب بھی ہو اور متاثر بھی۔ اِسی قوت و صلاحیت کے خلا کا نتیجہ ہے کہ آج ہر رُخ پر زمامِ قیادت جہلاء سفلاء کے ہاتھ میں ہے ——— اور علماء و صلحاء صرف ان کے حاشیہ بردار ہو کے رہ گئے یا صرف نمائشی بغاوت ان حضرات کا جہاد بن گیا وہ بھی اتنا کمزور کہ مظاہروں، احتجاجی جلوسوں سے آگے بات نہیں پہنچ پائی۔ اِس لئے آج ایسے اداروں کی ضرورت ہے جو ہمارے نوجوانوں کو مستقبل کا صحیح اور کامل معمار بنائیں نہ کہ صرف چند ظاہری علامات کا پابند ہو جانے پر ہم اُسے ہر طرح کی اہلیت کا پروانہ سونپ دیں۔ آج ہمیں صاحب علم باشعور مجاہدین کی ضرورت ہے اور بس ——— بالکل شاہ جی ایسے قائدینِ جرّار اور ان ہمراہیوں سے مردانِ احرار کی ضرورت ہے۔

تلہ گنگ
ملک محمد اشفاق

اسلام کا مقصد مخلوق کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر صرف اللہ کا فرمانبردار بندہ بنانا ہے:

سید عطاء المومن بخاری مدظلہ کا تلہ گنگ میں مختلف اجتماعات سے خطاب

عالمی مجلس احرار اسلام کے مرکزی نائب صدر ابن امیر شریعت سید عطاء المومن بخاری مدظلہ سالانہ تبلیغی دورہ کے سلسلہ میں یہاں تشریف لائے۔ اس موقع پر آپ نے مجلس احرار اسلام کی ذیلی شاخوں کے زیر اہتمام منعقدہ اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ مقامی جماعتوں کی رکنیت سازی مہم کا افتتاح کیا اور ضلع میانوالی اور ضلع چکوال کے جماعتی اجلاسوں میں شرکت و صدارت فرمائی۔

اس دورے میں چکڑالہ، ڈڈبڑ، پیرڑھ فتحیال، ٹمکہ، کھوٹ، لاوہ اور تلہ گنگ میں جلسے منعقد ہوئے آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"دین ابتداء سے انتہاء تک قربانی و ایثار کا نام ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس لئے کامیاب ہوئے کہ انہوں نے اطاعت خدا و رسول میں ہر شکل و آزمائش قبول کی اور قربانی و ایثار کی انمٹ داستان تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثبت کر دی۔ تبھی تو اللہ رب العزت نے رہتی دنیا تک آنیوالوں انسانوں کے لئے اصحاب رسولؐ ایسا ایمان لانے کا معیار اور کسوٹی مقرر فرمائی۔ کیونکہ یاران نبی ہی گواہان رسالتؐ ہیں۔ انہی سے ایمان و ایقان کی جنس بے بہا ہمیں پہنچی ہے۔ اگر ان پر اعتماد اٹھ جائے تو دین کی صداقت کا تصور بھی محال ہو جاتا ہے۔

تحفظ ناموس صحابہؓ اس لئے ضروری ہے کہ ایمان کی حفاظت اس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ آپ نے مسلمان بھائیوں سے زور دیکر کہ صحابہ کرام کی یادوں کو اپنے گھروں میں بچوں کے نام اصحاب رسولؐ کی نسبت سے رکھ کر ہی آباد کیا جا سکتا ہے۔

آپ نے موجودہ اَبتر صورتِ حال کے بارے میں کہا کہ ملک کے ذرائع ابلاغ کے ذریعے عُریانی و فحاشی کو فروغ دیا جا رہا ہے، جس کی بدولت دین سے دوری اور خدا، رسول اور اصحابِ رسولؐ پر اعتماد کی فضا ختم ہوتی نظر آرہی ہے۔ حکومت اپنے تحفظ کے لئے تو سب کچھ کر رہی ہے اُس کا یہ فریضہ ہے کہ دین کے تحفظ کے لئے بھی دینی اقدار کا احیاء کرے۔ قول و فعل کا تضاد ہمارے نام نہاد قائدین کی زندگیوں میں پوری طرح گھر کر چکا ہے۔ جبکہ ہمارے آقاؐ کی زندگی ہمارے لئے اسوۂ حسنہ کی صورت میں موجود ہے کہ پیغمبر علیہ السلام جب لڑائی کا وقت آتا ہے تو خود زرہ پہن کر میدان میں نکلتے ہیں، تب دُوسروں کو جنگ کی ترغیب دیتے ہیں، لیکن آج کے لیڈروں کی روش یہ ہے کہ گھر میں وڈیو فلم چل رہی ہے اور صبح اخبار میں بیان آجاتا ہے کہ "عوام کشمیر کو فتح کریں۔" ———

آپ نے مجلس احرار کے مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مجلسِ احرارِ اسلام کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ مخلوق کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر صرف اللہ کا فرمانبردار بندہ بنایا جائے۔ ہماری جماعت اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات تسلیم کرتی ہے۔ اس سے بڑھ کر پاکیزہ و اعلیٰ نظام کوئی گروہ یا مُفکّر پیش نہیں کر سکا۔ یہ نظام اپنے ماننے والوں کو اُلجھن میں نہیں ڈالتا بلکہ جب کبھی اُنہیں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو اسلام رہنمائی کرتا ہے۔ اسلامی نظام پانی پینے کے طریقے سے لے کر خلافت تک کے مسائل میں اپنی رہنمائی پیش کرتا ہے وہ علماء اور سکالرز جو یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ہم اسلام کو نظامِ حیات مانتے ہیں لیکن سیاسی مواقع پر جمہوریت کا سہارا لیتے ہیں، ان کو دورُخی چال ترک کر دینی چاہیئے۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام سے ہدایت حاصل کرنی چاہیئے کیونکہ اسلام کے سوا کوئی نظامِ حکومت فطری نظام نہیں بلکہ انسانوں کا بنایا ہوا نظام ہے جبکہ اسلام کے نظام کی بنیاد احکامِ خدا و رسول پر استوار ہے۔

تلہ گنگ میں چوبیسویں سالانہ "یومِ معاویہؓ" سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کلام اللہ کے مطابق تمام صحابہؓ عادل و راشد ہیں۔ قرآن کریم تمام صحابہ کو رضی اللہ عنہم کہہ کر نویدِ بشارت دیتا ہے۔ صحابیؓ ہونے کے ناطے تمام اصحابؓ اس میں شامل ہیں، سب صحابہ برحق ہیں۔ صحابہؓ کے دل پاک اور باطن صاف تھے۔ اللہ نے انہیں رسول کی صحبت اور دین کی نصرت کے لئے چن لیا۔ اُن کے دل میں یہ نورانی کیفیت پیدا ہوئی کہ جب تک اعمالِ صالحہ نہ کر لیتے انہیں چین نہ آتا۔

صحابہؓ کا دفاع ہم پر واجب نہیں بلکہ فرض ہے۔ جب تک زندہ ہیں کرتے رہیں گے۔ میری تو ایک ہی

تمنّا ہے کہ راہِ صحابہؓ میں مارا جاؤں کہ اس سے بڑھ کر زندگی کا لطف ہی نہیں ہے۔ خطیب بغدادیؒ کے بقول "اگر کسی کو صحابہؓ پر تنقید کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے، کیونکہ ہمارا رسولؐ اور قرآن حق ہے۔ جو صحابہؓ کے ذریعہ محفوظ ہے اور صحابہ پر تنقید کے نشتر چلانے والوں پر تنقید کرو۔"

صحابیؓ رسولؐ کے سامنے ڈھال بن جاؤ۔ تاکہ کوئی گالی اور بکواس اُن تک نہ پہنچے۔ جو جتنی گالیاں ہمیں دے سکتا ہے دے لے۔ انشاء اللہ اسکی بدولت ہماری قبر روشن ہوگی کہ ہمیں یہ گالیاں دفاعِ صحابہؓ کے صلہ میں ملی ھیں۔ دین بتاتا ہے کہ سب چیزیں فنا ہو جائیں گی، دین محفوظ رہے گا۔ دین ہی تو بچانے کی چیز ہے ——— ھم پر صرف چار صحابہؓ کا دفاع کرنا فرض نہیں ہے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی اللہ اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انعام و اکرام اور ——— بشارتوں سے عبارت ہے اُن کیلئے زبانِ مصطفیٰؐ سے ھادی و مہدیؑ امین اور خلیفۂ راشد ہونے کی پیشین گوئی فرمائی گئی۔ سیدنا معاویہؓ حضرت علی المرتضیٰؓ ایسے تو درجۂ صحابیت میں ادنیٰ ھیں لیکن موجودہ صدی کے کسی بڑے سے ہرگز نہیں چاہے وہ علم و عمل، تقویٰ و طہارت میں کتنا ہی قد آور ہو۔

آپ نے فرمایا کہ موجودہ دور میں اکابر علماء کا دفاع کرنے والوں کو اس بات کا خصوصی خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ اکابر و اسلاف کو بچاتے بچاتے کسی صحابیؓ کی توھین کے مرتکب تو نہیں ہو رہے ہم تمام بزرگوں کا احترام کرتے ھیں۔ لیکن اگر بزرگوں سے ایسی بات ثابت ہو جائے جس سے کسی بھی صحابیؓ کی اہانت کا پہلو نکلتا ہو تو ہم اس بزرگ کو صحابیٔ رسولؐ کے جوتے کی نوک پر قربان کریں گے۔ نبیؐ کا دین کسی کی بزرگی، تقویٰ اور صالحیت سے بندھا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ ہمارا ایمان رازدارانِ نبوت کے جوتے کے تسمے سے بندھا ہوا ہے۔ اگر کسی صحابیؓ پر شک کا معاملہ دل میں بال برابر بھی آگیا تو دین سے تعلق ختم ہو کر رہ جائے گا ——— آج دشمن کا انداز بدل چکا ہے۔ اُمّتِ روافض سب سے پہلے سیدنا معاویہؓ پر تنقید کر کے باقی تمام صحابہ کو نشانۂ سبّ و شتم بناتی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ سیدنا معاویہؓ کی ذات پر اپنوں پرایوں کے گرد و غبار کو صاف کیا جائے۔ اور ہر صحابیؓ کو اکابر یا اپنی نظر سے دیکھنے کی بجائے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اللہ پاک ہمیں صحابہؓ کے بارے میں حَکَم بننے سے بچائے اور اُن کے اختیار کردہ راستے پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین!

یومِ معاویہؓ کی نظامت کے فرائض حاجی رفیق غلام ربانی صدر مجلس احرار تلہ گنگ نے ادا کئے۔

اور صدارت حاجی ملک محمد صدیق صاحب نے کی جبکہ مولانا ابو ذر اور مولانا محمد مغیرہ نے فضائل و مناقب سیدنا معاویہؓ بیان کئے۔ علاوہ ازیں چکوال شہر سے مجلس احرار کے وفد نے خصوصی شرکت کی۔

اجتماعات کے انعقاد میں مولانا حاجی غلام محی الدین، کپتان غلام محمد، ڈاکٹر ہادی بخش اعوان، صوفی ابو معاویہ عبدالرحیم، صوفی عبدالرحمان، حافظ اللہ یار، ملک شبیر خان، ملک محمد ظفر اور حاجی غلام ربانی نے داعی کی حیثیت سے اس ہفت روزہ پروگرام کو کامیاب بنانے میں خصوصی تعاون فرمایا۔

پروگرام کے آخری روز قائد محترم کی زیر صدارت میانوالی اور چکوال کے اضلاع سے مجلس احرار کے پرانے اور نئے ساتھیوں کا ایک بڑا اجتماع ضلعی دفتر احرار مسجد سیدنا ابوبکر صدیقؓ تلہ گنگ میں منعقد ہوا۔ نشست کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا۔ مولانا محمد مغیرہ مرکزی مبلغ احرار نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ قائد محترم نے خطبۂ مسنونہ کے بعد فارم رکنیت و معاونت سے حلف نامہ پڑھا اور حاضرین نے اسے دُھرایا۔ فارم کی تکمیل کے بعد قائدِ محترم نے تمام ساتھیوں کو احرار میں شمولیت پر مبارک باد دی اور اُن کی استقامت کی دُعا کی۔ یاد رہے کہ علاقہ بھر سے تعلیم یافتہ افراد کے علاوہ مزدور، کسان طبقوں سے تعلق رکھنے والے مخلص افراد کی کثیر تعداد نے احرار میں شمولیت کا اعلان کیا اور اپنی تمام تر قوت سے احرار کے پیغام کو ملک کے کونے کونے میں پھیلانے کا عزم کیا ـــــــ

مسلکِ حنفیہ اہلِ سُنّت والجماعت کی عظیم دینی درس گاہ!

مدرسۃ العلوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ)

بخاری نگر ـــ گڑھا موڑ ـــ ضلع وہاڑی

بانی:- ابن امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

- بیس سال سے علاقہ میں معیاری تعلیمی، تبلیغی اور تعمیری جدوجہد میں سرگرمِ عمل ہے
- پانچ سال سے شعبۂ خواتین "مدرسۃ البنات" کے نام سے سرگرمِ عمل ہے جس میں دو معلمات مستقل تدریس میں مصروف ہیں۔
- مدرسہ سے قریباً پانچ سو طلباء وطالبات حفظِ قرآنِ کریم کی دولت سے مالا مال ہو کر تدریس و تبلیغ میں مصروف ہیں
- جامع مسجد اور مدرسہ کی تعمیر جاری ہے۔ اہلِ خیر توجہ فرمائیں،

محمد اسحٰق سلیمی مہتمم مدرسۃ العلوم الاسلامیہ" بخاری نگر، گڑھا موڑ تحصیل میلسی ضلع وہاڑی: فون نمبر: ۱۳

رحیم یار خان
نمائندہ خصوصی

امن و امان کا مسئلہ = ذمّہ دار کون؟

ناموسِ صحابہؓ مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی المناک شہادۃ کے موقع پر دوسرے شہروں کی طرح رحیم یار خان میں بھی پُرامن احتجاجی مظاہرے اور جلسے منعقد کئے گئے۔ ان اجتماعات میں ضلعی امن کمیٹی کے اراکین نائب علامہ عبد الرؤف ربانی اور دیگر علماء کرام نے بھی شرکت کی۔ ایک جلسۂ عام میں عوام نے ان حضرات سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ موجودہ ڈی سی، ضلع رحیم خان چونکہ مسلکاً رافضی ہے اس لئے اس کے زیرِ صدارت منعقد ہونے والے اجلاس میں شرکت نہ کریں۔ اس لئے کہ یہ عمل پاکستان میں رائج جمہوری نظام کے اصول کے خلاف ہے کہ اکثریت اہلِ سنۃ افراد کی ہو اور کرسیٔ صدارت پر رافضی متمکن ہو۔ اس وقت ان لوگوں نے عوام کے اس جمہوری مطالبہ کو تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن کئی دنوں کے بعد جب امن کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا تو جناب قاری حماد اللہ صاحب نے رافضی ڈی سی کے زیرِ صدارت منعقد ہونے والے اجلاس میں شرکت کی۔ اور اہلِ سنت اور روافض کے درمیان ایک ضابطۂ اخلاق مرتب کیا گیا ضابطہ میں اگرچہ کئی نقائص ہیں۔ لیکن نمایاں نقص یہ ہے کہ اس میں اہلِ سُنّۃ کے تمام تر حقوق کی پامالی کی گئی ہے۔ عوام کے سابقہ مطالبہ کے پیشِ نظر بلا تردّد یہ کہا جا سکتا ہے کہ ڈی سی۔ کے دربار میں کورنش بجا لانے والے حاضر باشس تمام مولوی ہرگز ہرگز اہلِ سنۃ کے نمائندے ہیں اور نہ ہی انہیں اہلِ سنۃ کے حقوق کی ترجمانی کرنے کا حق حاصل ہے۔ مزید تعجب انگیز اور مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ ڈی۔ سی صاحب کو یہ پُرامن احتجاجی مظاہرے شرپسند عناصر کی تخریب کاری نظر آتے ہیں اور یہ درباری حضرات بھی آج اہلِ سنۃ کے ان جذبات کو تخریب کاری سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ ان ہی مولویوں نے ان جلوسوں کی قیادۃ کی تھی اور جلسۂ عام میں انہی علامہ عبد الرؤف ربآنی صاحب نے ڈی سی کے تبادلہ کا مطالبہ کیا تھا اور ساتھ ہی ڈی سی پر ایک سکول کے سامان کے خورد بُرد کرنے کا الزام عائد کیا تھا۔

لیکن آج وہی ڈی سی صاحب ہے اور یہی مولوی حضرات اسکی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہیں۔ مولوی صاحبان کے متضاد عمل سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پسِ پردہ کوئی ایسی قوۃ جاذبہ موجود ہے کہ جس کی کشش نے ان متضاد عوامل

کو ایک ہی مرکزِ ثقل پر مجتمع کر لیا ہے اور مذہبی رہنماؤں سے یہ مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ باہر سے آنے والے مبلغین کو مقامی علماء اس بات پر مجبور کریں گے کہ وہ فرقہ ورانہ اور منافرۃ انگیز تقریر کرنے سے اجتناب کریں۔ اگر وہ لوگ مقامی حضرات کے اس مطالبہ کے خلاف تقریر کریں گے تو ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی اور مقامی حضرات کا تعاون بھی انتظامیہ کے ساتھ ہوگا۔ ڈی۔سی صاحب کی خوردبین نگاہ نے اس تخریب کاری کے مضرت رساں اثرات کو جلد ہی محسوس کر لیا ہے۔ اور یہ درست ہے کہ ہر باشعور شخص پُرامن فضا کو نظرِ استحسان سے دیکھتا ہے۔ لیکن شہری آبادی، دیہاتی علاقہ اور عام شاہراہوں پر جو تخریب کاری ہو رہی ہے اور آئے دن قزاقوں اور سرقہ پیشہ افراد کی ستم کاریوں سے عوام جس طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ یہ تخریب کاری ڈی۔سی صاحب اور امن کمیٹی کے اراکین کی نگاہ سے کیوں اوجھل ہے اور علاقہ کے زمینداروں، یونین کونسلوں کے چیئرمینوں اور عوام کے منتخب ممبروں۔ ایم۔پی۔اے اور ایم۔این۔اے حضرات سے یہ مطالبہ کیوں نہیں کیا جاتا کہ وہ علاقہ کے امن و امان کے ذمہ دار ہیں اور اس تخریب کاری میں ان سے جواب طلبی کیوں نہیں کی جاتی حالانکہ دیہاتی آبادی میں عام مشاہدہ یہ ہے کہ سرقہ پیشہ افراد عموماً زمینداروں اور نمبرداروں کے ڈیروں پر مہمان ہوتے ہیں جبتک اس طرح کا عمل احتساب بروئے کار نہیں لایا جائے گا۔ اس وقت تک پُرامن فضا کا تصور ہی ناممکن ہے

بقیہ از صفحہ ۔

سونپ سکتے۔

میں نے آٹھ سال قبل چٹان میں جج محمد اکبر خان مرحوم کا سوانحی خاکہ لکھا تھا جنہوں نے سابق ریاست بہاولپور ۱۹۲۵ء کے دور میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخی فیصلہ سنایا تھا۔ میں علماء دیوبند کے مسلک سے تعلق رکھتا ہوں۔ امید ہے کہ صحافتی تقاضوں کے پیشِ نظر میرے جواب کو شائع فرمائیں گے۔ آپ کی تسلی کے لئے حلف نامہ پر دستخط کر دیئے ہیں۔

۱۔ میں حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ میرا قادیانی یا لاہوری مرزائیوں سے کوئی تعلق نہیں۔

۲۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نبی آیا ہے نہ آئندہ آئے گا۔

۳۔ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب، دجال، کافر و مرتد، دھوکے باز اور جھوٹا مدعی نبوت تھا۔

۴۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مصلح، مجدد، مسیح موعود یا شریف آدمی ماننے والے کافر و مرتد ہیں۔

دستخط: 12-3-8 ، 12-3-8